۱۹۳۴ء

آئینۂ حق، جوہرِ اول ہیں محمدؐ   آدم پہ فضیلت ہے وہ افضل ہیں محمدؐ
یوسف مہِ کامل ہیں تو اکمل ہیں محمدؐ   اے صلِّ علیٰ۔ احمدِ مرسل ہیں محمدؐ
انسان بھی قرباں ہیں۔ ملائک بھی فدا ہیں
بندوں کا ہے کیا ذکر۔ یہ محبوبِ خدا ہیں

اک آیۂ حق مصحفِ رخسارِ نبی ہے   قرآنِ مبیں نقش بدیوارِ نبی ہے
ایمان ہے کیا۔ قلب سے اقرارِ نبی ہے   دیدارِ خدا خَلق میں دیدارِ نبی ہے
مولا کا جسے وعظ میں چہرہ نظر آیا
تو عرش پہ خالق اسے گویا نظر آیا

اس چاند کو معبود نے بے مثل بنایا   بندے کے خد و خال میں حسن اپنا دکھایا
صورت پہ فدا ہونے کو قرآن بھی آیا   مُنہ دیکھنے کے شوق میں خود حق نے بُلایا
موسیٰ کو تو دیدارِ الٰہی کی ہوا ہے
دیدارِ محمدؐ کا طلبگار خدا ہے

اب مصحفِ اعجاز و کرامات سُنائیں   معراجِ جنابِ شہِ خوشذات سنائیں
منکر کو بھی حال آئے وہ حالات سنائیں   اس پر بھی نہ قائل ہو تو صلوات سنائیں
ہر انس و ملک وجد کرے شہ کی ثنا پر
خالق بھی کہے صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ پر

گردوں سے براق آیا ہے جبریل کے ہمراہ   ہیں خواب کے بستر پہ دو عالم کے شہنشاہ
واقف جو ہوا حکمِ خدا سے دلِ آگاہ   بیدار ہوتے بخت کی صورت شہِ ذیجاہ
اٹھے صفتِ دستِ دعا راہِ طلب میں
تسبیح کے مانند چلے خدمتِ رب میں

مثل اپنے نصیبے کے براق اوج پہ آیا — رحمت کے بڑھے ہاتھ۔ قدم اس نے بڑھایا
قدسی کے بھی بازو نے یہ دم خم نہیں پایا — ایسا ہے قوی۔ بارِ نبوت کو اٹھایا
ساتھ اس کے کبھی مرغِ نظر اڑ نہیں سکتا
جبریل فرشتہ بھی۔ پَر اڑ نہیں سکتا

وہ نور کی رفتار طبیعت کی روانی — جانے میں سرِ چرخ مری مرثیہ خوانی
پھر جا کے پلٹ آنے میں وہ یوسفِ ثانی — یعقوب کی بینائی۔ زلیخا کی جوانی
جانا وہ نمازِ اَسَدُ اللہ کی صورت
پھرنا وہ نصیبِ حُرِ ذی جاہ کی صورت

جاتا ہے فلک پہ صفتِ نعرۂ تکبیر — ہیں نعلِ حسین آیۂ البرق کی تفسیر
وہ نور کے سُم مہرِ خطِ کاتبِ تقدیر — چلنے میں ہر اک پاؤں یداللہ کی شمشیر
کیونکر نہ کرے پل میں سفر ارض و سما کا
یہ بھیس میں مرکب کے ارادہ ہے خدا کا

اعضائے جواہر میں ہے تاروں سے سوا نور — اے نامِ خدا۔ حسن کے سانچے میں ڈھلا نور
قدسی کا جُدا۔ رخشِ ہمایوں کا جُدا نور — پھر اس پہ وہ نورِ نبوی۔ نورِ علی نور
رفتار میں جلوہ ہے۔ نہ کچھ فرق سمجھیے
کہتے ہیں براق اِس کو۔ مگر برق سمجھیے

وہ زین زری جوہرِ قدرت کا خزینہ — وہ پشت پہ خاتم۔ کہ انگوٹھی پہ نگینہ
جو پائے حقیقت تھے جو سلطانِ مدینہ — افلاک کی سیڑھی پہ چڑھے زینہ بزینہ
اعلیٰ کی طرف چشمِ رسولِ مدنی تھی
مڑ کر بھی نہ دیکھا سوئے دنیا کہ دَنی تھی

ہر چرخ پہ قدرت کا تماشا نظر آیا — چوتھے کا مگر رنگ نرالا نظر آیا
منبر پہ علی۔ فرش پہ عیسیٰ نظر آیا — جو مصحفِ ناطق ہے وہ گویا نظر آیا
نظروں میں ملک شانِ ولی تول رہے ہیں
انجیل ہے خاموش، علی بول رہے ہیں

پھر پانچویں گردوں پہ گئے شافعِ محشر کیا دیکھتے ہیں سامنے موجود ہیں حیدر
پوچھا کہ انہیں ۔ بھائی یہاں آگئے کیونکر کی عرض کہ ہر جا ہے ظہورِ شہِ صفدر
افلاک میں، مردم میں، فرشتوں میں جلی ہیں
دنیا میں علی، دیں میں علی، دل میں علی ہیں

پھر قاسمِ جنت جو گئے چرخِ ششم پہ اک در کو وہاں دیکھ کے مولا ہوئے ششدر
قدسی نے کہا دیکھیے اے شافعِ محشر دوزخ کا یہی در ہے پڑے دشمنِ حیدر
محشر میں کسی ایک کی مالک نہ سنے گا
جو ساقیٔ کوثر سے جلے گا وہ بھُنے گا

وہ آگ کی زنجیروں کے غل شور وہ نالے وہ گرز کہ البرز کے بھی توڑنے والے
وہ سانپ کہ دیکھیں تو پڑیں آنکھوں میں چھالے گل کر دیں چراغِ مہ و خورشید، وہ کالے
دافع کوئی جز قاتلِ عنتر نہیں ان کا
جزُ الفتِ حیدر ۔ کوئی منتر نہیں ان کا

لو منزلِ ہفتم کو چلے ماہِ رسالت الحمد کے نعروں کی بجی خلد میں نوبت
لینے کو فرشتوں کا بڑھا شوقِ زیارت سر رکھ دیے دیواروں پہ حوروں نے بحسرت
غل تھا کہ وہ آتا ہے جو شاہِ دوسرا ہے
صلوات پڑھو ۔ آمدِ محبوبِ خدا ہے

اقصیٰ میں ہے غل قبلۂ دیں شکل دکھاؤ تکبیر کا نعرہ ہے کہ آواز سناؤ
طاعت کا وظیفہ ہے مری قدر بڑھاؤ الحمد کا کلمہ ہے کہ لِلّٰہ اب آؤ
کہتی ہے اقامت قد و قامت پہ فدا ہوں
سجدے کا بیاں ہے کہ سلامی کو جھکا ہوں

پہنچے جو درِ خلدِ بریں پرشہِ بطحا سب طالبِ دیدار تھے واں چشمِ تمنّا
وا تھا درِ جنّت صفتِ دیدۂ موسیٰ غنچے بھی چٹک کر ارِنی کہتے تھے گویا
چمکا رخِ پُرنور جو مہتاب کی صورت
سب جُھک گئے تسلیم کو محراب کی صورت

دیکھا یہ نبی نے کہ عجب جلوہ گری ہے ‏ یاں جو بھی شجر ہے وہ عقیق شجری ہے
قلبِ چمنِ خلد میں اک بارہ دری ہے ‏ روشن ہے دروں سے کہ یہ اثنا عشری ہے
جوہر کا مکاں۔ دُر کا ہر اِک دَر نظر آیا
جس دَر پہ نظر کی وہیں حیدر نظر آیا

قدموں سے نبی کے جو بڑھی نشو و نما اور ‏ اب اور ہوئی شان چمن کل تھی فضا اور
پھولوں کا لباس اور شگوفوں کی قبا اور ‏ اس پر بھی یہ رضواں کا تقاضا کہ ذرا اور
صنعت کا ہوا خاتمہ ہر شے سے جلی ہے
گل ہے تو محمد ہے۔ کلی ہے تو علی ہے

کونپل کا وہ دیدارِ نبیٰ کو اُبھر آنا ‏ وہ بادِ صبا کا ادھر آنا۔ ادھر آنا
مجرے کو پیمبر کے عنادل کا۔ ترانا ‏ وہ پھول حسیں۔ جیسے محمد کا گھرانا
میلادِ نبی میں بھی یہی۔ گل بدنی تھی
جو آج دلھن ہے وہی اس دن بھی بنی تھی

آراستہ گلزارِ نعیم ایک طرف ہے ‏ حوروں میں بپا جشنِ عظیم ایک طرف ہے
مہکی ہوئی احمد کی شمیم ایک طرف ہے ‏ مستانہ و خود رفتہ نسیم ایک طرف ہے
پایا جو نہیں جام تو جی چھوٹ رہا ہے
انگڑائیاں آتی ہیں بدن ٹوٹ رہا ہے

ساقی مے توحید کی ضو بزم میں پھیلا ‏ زاہد کا بھی دل جس سے نہ میلا ہو وہ مے لا
جو نور کی برسات میں پیتے ہیں وہ شے لا ‏ مجنوں کو بھی عاقل جو بناتی ہے وہ لیلا
تاریکیِ شب جام کا مُنہ چوم رہی ہے
میخانے پہ رحمت کی گھٹا جھوم رہی ہے

ساقیٔ مۓ میخانۂ اسلام پلا دے ‏ نشہ کا ہے آغاز خوش انجام پلا دے
اب دل نہیں قابو میں دلآرام پلا دے ‏ قرآں کا مُقطّر ہو وہ اک جام پلا دے
یاں رند کو ایماں کی ہوا لائی ہے ساقی
میخانے کا دَر کھول۔ بہار آئی ہے ساقی

وہ جام پلا جس سے ہو محفل میں اُجالا — مومن کے لیے جو یدِ قدرت نے ہے ڈھالا

پی کر جسے اسلام کا نشہ ہو دوبالا — شیشہ مدنی دُردِ نجف کا ہو پیالا

وہ مے جو نبی کے لیے در پردہ بنی ہو

ہاں ہاں شبِ معراج کے پردے میں چھنی ہو

مشکل میں رسولوں کی بھی ہمدم ہے یہی مے — وجہِ شرفِ توبۂ آدم ہے یہی مے

اکسیرِ پئے عیسیٰ مریم ہے یہی مے — زخمِ دلِ ایوب کا مرہم ہے یہی مے

یوسف کی مصیبت بھی اسی مے سے ٹلی ہے

حد ہو گئی احمد کے لیے نادِ علی ہے

وہ مے کہ جو دل چھینتی ہے اہلِ ولا کے — شامل ہے جو مشرب میں رسولِ دوسرا کے

اُمِّ سلمہؓ کو بھی ذرا دور ہٹا کے — پی احمدِ مختار نے۔ سائے میں ردا کے

مصحف اگر اس بادہ سے رنگین نہ ہوتا

کامل کبھی قرآں کی قسم دین نہ ہوتا

وہ مے کہ ہے جس پر نگہِ خالقِ عادل — جب تک کہ وہ صہبا نہ پییں صوم ہو باطل

جبریل بھی رندوں کی جماعت میں ہوں شامل — نعمت کا بھی ہو خاتمہ۔ ایماں بھی ہو کامل

ہم گرد ہوں ساقی کے جو قدموں سے لپٹ کے

اَثْمَمْتُ عَلَیْکُمْ کہے شیشے کو اُلٹ کے

عشاقِ علی غیر سے پیوستہ نہ ہوں گے — نسبت جنھیں اعلیٰ سے ہے وہ پست نہ ہوں گے

قرآں کے جو متوالے ہیں بدمست نہ ہوں گے — ہیں دست خدا ساتھ۔ تہی دست نہ ہوں گے

پھرنے کے نہیں قول سے جو اہلِ یقیں ہیں

ہم پی کے بہک جائیں وہ کم ظرف نہیں ہیں

چھوڑا ہمیں دنیا نے بھی مستانہ سمجھ کر — شیشے کی پری کھنچ گئی دیوانہ سمجھ کر

جنت کی طرف آئے ہیں میخانہ سمجھ کر — کوثر کو اڑا جائیں گے پیمانہ سمجھ کر

جس بادہ کی ہے چاہ وہ شہرگ کے قریں ہے

جو مست نہیں دینِ محمد میں نہیں ہے

اسلام کی سرحد میں ہے کاشانہ ہمارا　　　ہے بانگِ اذاں نعرۂ مستانہ ہمارا
قرآن ہے نقشِ درِ میخانہ ہمارا　　　اخلاصِ عمل ہے خطِ پیمانہ ہمارا

کہنے کی نہ تھی بات نصیری نے خطا کی
ساقی کی نگاہوں میں خدائی ہے خدا کی

منزل ہے رہِ عشق کی ہر گام ہمارا　　　دیکھے تو شرفِ زاہدِ بدنام ہمارا
ہے اجرِ رسالت فقط اک جام ہمارا　　　جو کام نبی کا ہے وہی کام ہمارا

یاں مصحفِ ناطق کے سدا دور ہیں ساقی
قرآں کی لکیروں کے فقیر اور ہیں ساقی

کعبے میں ہوا دور جو ساقی کا ہمارے　　　مے لے کے بڑھا دوشِ محمدؐ کے سہارے
آنکھ اٹھتے ہی ساقی کی صنم چور تھے سارے　　　گرنے لگے دل سنگ بھی یوں نشے اتارے

رحمت بھی محمد کی طرح جھوم رہی تھی
اس جھومنے پر مہر قدم چوم رہی تھی

ہاں بادہ کشو۔ پی چکے اب بادۂ احمر　　　ذوقِ گل و گلزار بھی کچھ چاہیے پی کر
گلگشتِ جناں تمیں ہیں ابھی شافعِ محشر　　　اب قندِ مکرر کا مزہ ہے لبِ کوثر

جنت کی کرو سیر۔ وہ کچھ دور نہیں ہے
میرا بھی دماغ اب تو سرِ عرشِ بریں ہے

وہ تازہ نہالوں کے نئے رنگ کے جامے　　　وہ غنچۂ و گل بوئے محمدؐ سے شمامے
وہ سبز ورق نیکوں کے اعمال کے نامے　　　شبیرؑ کے ہم رنگ شگوفوں کے عمامے

ہر گل سے عیاں حسنِ رسولِ مدنی ہے
گر پھول حسینی ہے تو پتّا حسنی ہے

دل شاد ہوا جس گلِ بے خار کو دیکھا　　　گلنار کو۔ یا حور کے رخسار کو دیکھا
محراب کو یا ابروئے خمدار کو دیکھا　　　آنکھوں کو تکا نرگسِ بیمار کو دیکھا

اس حسن پہ سب رند بھی شیدا ہیں ولی بھی
زیور میں علی بند بھی ہے۔ نادِ علی بھی

قصرِ دُرّ و یاقوت پہ بیلیں ہیں سنہری   بوٹوں میں وہ سبزی کہیں ہلکی کہیں گہری
وہ خواب کا فرش۔ اور وہ سونے کی مسہری   وہ سرد ہوا۔ پھر کر آ جائے پھُریری
رحمت کی برستی ہے گھٹا آبِ رواں پر
بخت اُس کا ہو بیدار جو سو جائے وہاں پر

وہ قصر کہ جن کے دلِ دیندار میں گھر ہیں   ڈالی ہے بنا زر سے جن کی۔ وہ شجر ہیں
وہ نور کے پردوں میں ثمر ہیں کہ قمر ہیں   سب قاسمِ جنّت کی ولایت کے ثمر ہیں
جو شاخ ہے۔ رفعت میں تصوّر سے سوا ہے
بالا صفتِ حوصلۂ شیرِ خدا ہے

غلماں وہ طرحدار۔ وہ حورانِ عفیفہ   تن ان کے لطیف۔ اور سخنِ ناز لطیفہ
ہر وقت جنھیں نامِ محمدؐ کا وظیفہ   میوے کی بھی تشریف میں آیاتِ شریفہ
غل ہے۔ شجر ایسے ہوں، گل ایسے، ثمر ایسے
سو بار بھی کھائیں۔ تو وہ پھل۔ ویسے کے ویسے

اڑ اڑ کے جو طائر سوئے شاخِ ثمر آئے   پر جوڑے ہوئے تاک میں وہ تیز پر آئے
اس نخل پہ بیٹھے۔ کبھی اڑ کر اِدھر آئے   کھولے ہوئے شہپر کبھی نیچے اتر آئے
اٹھی نگہِ حور۔ ہوا ہو گئے۔ فر سے
عاشق کے حواس اڑ گئے دلبر کی نظر سے

جو اڑتا ہے طائر صفتِ جعفرِ طیّار   پر تولتے ہی۔ نادِ علی پڑھتا ہے ہر بار
یہ رزق ہے اُس کا جو علی کا ہے نمک خوار   خود بھُن کے گرا۔ کھا لیا۔ پھر اڑنے کو تیار
جان آ گئی کلمہ جو پڑھا عقدہ کشا کا
ہے بولتا اعجاز نصیری کے خدا کا

دم بھرتے ہیں سب طیر محمدؐ کی ولا کا   گردن پہ رقم نام ہے شاہِ شہدا کا
سینے پہ لقب ہے حسنِ سبز قبا کا   بازو پہ ہے طغرائے جلی دستِ خدا کا
ماتھے کا شرف اسمِ رسولِ دوسرا ہے
پر نامِ بتول آنکھ کے پردے میں لکھا ہے

طوبیٰ کا شجر نور پیمبر کا تتمّہ   خورشید میں جس نور کی تنویر کا شمّہ
ہر قصر کے سائے پہ اسی نخل کا ذمّہ   ہر برگِ ضیا بار پہ اسمائے ائمّہ
اصل اس کی جگہ احمدِ مختار کا گھر ہے
اولادِ یداللہ کا شجرہ۔ وہ شجر ہے

وہ نہر جناں آئنۂ رحمت باری   روشن وہ کنارے ہیں کہ چاندی کی کناری
ہلکی سی وہ پانی کی ردا۔ مول میں بھاری   وہ آیۂ تطہیر لبِ نہر پہ جاری
پڑھتی ہیں سدا صلِّ علیٰ جوشِ ولا میں
موجوں کی زباں تر ہے محمّد کی ثنا میں

وہ آبِ مصفّا سے خجل موتیوں کی آب   دیکھے تو جلے رشک سے خورشید جہاں تاب
کوثر میں وہ اک جا عسل و شیر و مےناب   ہر فرد جدا۔ جمع مگر صورتِ احباب
ظاہر میں کئی رنگ۔ پئیں جب تو مزا ایک
جس طرح طہارت میں، سبھی آلِ عبا ایک

منکر کو ہوا شک کہ یہ سب کیسے ہیں یکجا   تمثیل سے یوں جعفرِ صادق نے بتایا
کیا تو نے پرندوں کے نشیمن میں ہے دیکھا   وہ گنبدِ بے در جو صفا میں یدِ بیضا
دیکھیں جو اسے توڑ کے پانی سا بھرا ہے
زردی جو سفیدی میں ملی ہے وہ جدا ہے

لو چشمۂ کوثر سے بڑھے شافعِ محشر   جبریل بھی سدرہ کے قریں رہ گئے تھک کر
ٹھٹکا جو براق۔ آگیا رف رف پئے سرور   رف رف تھا رواں جیسے زباں چلتی ہو فر فر
یوں جلد قدم اس کا بڑھا حکمِ خدا سے
ایمان بڑھے جیسے محمّد کی ولا سے

اڑتا تھا وہ یوں۔ جیسے کہ بوئے مے تطہیر   پھرتا تھا وہ یوں جیسے مری نظم کی تقدیر
یا حرفِ غلط پر مرا خامہ دمِ تحریر   یا دیدۂ مشتاق میں محبوب کی تصویر
یوں تیز چلا۔ جیسے دعا جائے ولی کی
یا کان میں حیدر کے صدا نادِ علی کی

بیتاب بھی ہے برق بھی۔ پارا بھی نہیں ہے — اڑتا ہے بھڑکتا ہے شرارا بھی نہیں ہے
جاری بھی ہے اور اس کا کنارا بھی نہیں ہے — گردوں پہ چمکتا ہے ستارا بھی نہیں ہے
واں گرم ہے بستر۔ یہ گیا عرشِ عُلا تک
اک جست میں پہنچا دیا بندے کو خدا تک

الفاظ میں پرواز ہما باندھوں تو کیونکر — بندش میں قیامت کی ادا باندھوں تو کیونکر
دل کھول کے رفرف کی ثنا باندھوں تو کیونکر — حیراں ہوں نسیم آب کہ ہوا باندھوں تو کیونکر
یہ کیا کہوں بجلی ہے فرشتہ ہے ضیا ہے
یہ کیوں نہ کہوں مرکبِ محبوبِ خدا ہے

کیا تاب جو اڑنے میں براق اس کا ہو دمساز — وہ تختِ سلیماں ہے یہ جبریل کی پرواز
وہ ہے نظرِ شوق۔ یہ تیرِ نگہِ ناز — وہ برق یہ جلوہ۔ وہ کرامت ہے یہ اعجاز
دونوں ہیں رسا۔ فرق بس اتنا ہی عیاں ہے
قدسی کی وہ تکبیر۔ یہ حیدر کی اذاں ہے

جلوے میں وہ ہے کاہکشاں۔ یہ مہِ تاباں — وہ ماہِ منور ہے تو یہ مہرِ درخشاں
وہ سیل یہ کشتی۔ وہ ہوا ہے یہ سلیماں — وہ طور ہے یہ نور۔ وہ انجیل یہ قرآں
وہ ولولۂ شوق یہ رحمت کی نظر ہے
وہ احمدِ مرسل کی دعا ہے یہ اثر ہے

مانندِ نظر پل میں گیا عرشِ عُلا پر — بس خاتمہ رحمت کا ہوا خیرِ ورا پر
روشن ہے سب احوالِ کلیم اہلِ ولا پر — پہنچے جو سرِ طور صدا اٹھی یہ صدا پر
اسرارِ ادب قلب کے مابین اتارو
یہ وادیِ تقدیس ہے نعلین اتارو

پہنچی جو سرِ عرش محمدؐ کی سواری — تھی جائے ادب پاؤں سے خود کفش اتاری
باری کی ندا پردے سے آئی کئی باری — میرے لیے محبوب کی ہر چیز ہے پیاری
یاں غیر نہیں کوئی۔ نہ شرما و محمدؐ
پہنے ہوئے نعلین چلے آؤ محمدؐ

لو عرش ہوا جلوہ گہ حُسن و محبّت　　　ما بین نہیں اب کوئی غیریّت و غیرت
آئینۂ کثرت میں نظر آتی ہے وحدت　　　یاں آنکھ کا پردہ ہے تو واں عذرِ مشیّت
آگاہ تھے یہ ۔ واجب و ممکن کی جو حد سے
اِن دو ہی کمانوں کا رہا فرق اُحَد سے

وہ ناز کا انداز وہ شانِ صمدیّت　　　وہ عشق و محبّت کے کرشموں کی وضاحت
بالائے سرِ پاک سراپردۂ رحمت　　　زیر کفِ پا مسندِ دامانِ مشیّت
نعلینِ مقدس تھی اسی فرش کے اوپر
کرسی تھی محمّد کے لیے عرش کے اوپر

میں خاک نشیں ۔ قصۂ اعلیٰ کہوں کیونکر　　　قوسین کی تقریب کو اَدنیٰ کہوں کیونکر
کیا دیکھا محمد نے ۔ سُنا کیا ۔ کہوں کیونکر　　　اللہ کی قدرت کو میں بندا ۔ کہوں کیونکر
آئینۂ حیرت ہیں ۔ یہ عالم ہے نبی کا
باتیں ہیں کسی کی لب و لہجہ ہے کِسی کا

حق یاں نہیں موجود ۔ یہ مقصود نہیں ہے　　　پر ۔ جو پسِ پردہ ہے وہ مسجود نہیں ہے
پردہ تو ہے محدود ۔ وہ محدود نہیں ہے　　　تو ہاتھ بھی ہیں اس کے یہ معبود نہیں ہے
پوچھو جو حقیقت تو مجازاً یہ بجا ہے
یہ ہاتھ خدا کا نہیں ۔ ہاں دستِ خدا ہے

قرآں سے بھی پردہ ہے وہاں کیا تھا نہ جانے　　　کچھ آنکھوں سے دیکھا ہے تو بس عینِ خدا نے
پردے میں کہا ۔ جو بھی کہا ربّ ہدا نے　　　دَر پردہ سنا ۔ جو بھی سُنا خیرِ ورا نے
اللہ ہی جانے کہ وہاں کون ہو ۔ کیا ہو
دل کہتا ہے وہ کہیے ۔ جو ممکن ہے کہا ہو

گویا یہ کہا ہم کو علی سے ہے محبّت　　　تم تاجِ رسالت ہو ۔ وہ سرتاجِ امامت
تم شافعِ محشر ہو ۔ وہ ہے قاسمِ جنّت　　　اب عزم ہے کیا فاطمہ کے بیاہ کی نسبت
دے عقد کا پیغام یہ مرضیٔ غنی تھی
اس بیاہ کی خاطر شبِ معراج بنی تھی

کی عرض ہوا آدم خاکی کو جو سجدا — کیا اس کا عوض مجھ کو دیا اے مرے مولا
فرمایا کہ سجدہ وہ اُنھیں تھا کہ تمھیں تھا — جن پر کہ ملک جھک گئے کس کے تھے وہ اسما
وہ عالمِ جزوی تھے تم اک عالمِ کُل ہو
وہ مُبتدیِ عِلم تھے تم ختمِ رُسُل ہو

حضرت نے کہا نوح کو کشتی جو عطا کی — طوفان میں حامی تھی وہ اربابِ ولا کی
فرمایا وہی شان ہے بس آلِ عبا کی — دریا ہے ترا دین یہ کشتی ہے خدا کی
بے اس کے تباہی میں گرفتار ہے بیڑا
اس ناؤ میں جو بیٹھ گیا پار ہے بیڑا

کی عرض ہوئی بانیٔ کعبہ کی یہ حُرمت — بخشا مرے خالق نے اسے رتبۂ خُلّت
فرمایا بڑا فرق ہے اے ماہِ رسالت — اُس کو مری اُلفت تھی۔ مجھے تیری محبت
اس سے تو زیادہ ہے شرف تیرے وصی کا
آیا تھا بنانے وہ زچہ خانہ علی کا

کی عرض کہ داؤد زبور آپ سے لایا — فرمایا کہ قرآن بھی آیا کہ نہ آیا
کی عرض کہ توریت کا بدلہ تو نہ پایا — فرمایا کہ مصحف نے وہ دفتر ہی مٹایا
انجیل بھی اب ہیچ ہے عالم پہ جلی ہے
تیرے لیے بے لفظوں کا قرآن علی ہے

کی عرض کہ ادریس نے پائی ہے یہ عزت — زندہ تری رحمت سے ہوئے داخلِ جنّت
فرمایا ترے بھائی پہ ہے حد کی عنایت — وہ قاسمِ فردوس ہے قبضے میں ہے قِسمت
ادریس کو بھی فخر ہے خدمت میں ولی کی
سِیتا ہے قبائیں وہ غلامانِ علی کی

کی عرض بہت ناقۂ صالح کا ہے چرچا — جو اُن کے لیے دَم میں ہوا سنگ سے پیدا
پردے سے ندا آئی براق اس سے ہے اعلیٰ — وہ خاک ہے یہ نور۔ وہ حیواں یہ فرشتا
جو فرق ہے۔ پوشیدہ نہیں اہلِ نظر سے
یہ عرش سے اترا ہے وہ نکلا تھا حجر سے

کی عرض سلیماں کو عجب تخت ملا تھا — پردے سے صدا آئی کہ رف رف سے سوا تھا
وہ نام تھا کس کا جو انگوٹھی پہ لکھا تھا — دم بھر کی ہوا تھی وہ بھلا تخت ہی کیا تھا
تم عرش نشیں ہو وہ فقط تخت نشیں ہے
چیونٹی کے برابر بھی بساط اس کی نہیں ہے

کی عرض کہ موسیٰ کا شرف ہم نے نہ پایا — جلوہ انہیں دکھلا کے کلیم اپنا بنایا
فرمایا انھوں نے نہیں پایا ہے یہ پایا — وہ طور تک آئے تمھیں تا عرش بلایا
وہ دور تھے۔ حضرت سرِ دربار کھڑے ہیں
وہ غش ہوئے پر آپ تو ہشیار کھڑے ہیں

لکنت سے جو موسیٰ کی زباں رکتی تھی اکثر — یہ عیب چھپانا تھا کلیم اُن کو بنا کر
واں اپنے عصا کو وہ بنا دیتے تھے اژدر — یاں ہم نے بنایا ہے ترے بھائی کو حیدر
وہ ڈر گئے اژدر سے۔ بڑھا ہاتھ ولی کا
وہ اُن کی جوانی تھی۔ یہ بچپن تھا علی کا

کب ان کی وہ ہیبت تھی جو تم کو ہے میسر — ہارون مِلا ان کو۔ تمھیں حیدر صفدر
ساحر پہ بھی غالب نہ ہوا ان کا برادر — وہ بھائی تمھارا ہے جو ہے فاتحِ خیبر
ایسا کوئی عالم میں جگردار نہیں ہے
جرّار ہے۔ کرّار ہے۔ فرّار نہیں ہے

کی عرض دیا کیا عوضِ رتبۂ الیاس — آئی یہ ندا پائے گا وہ آپ کا عباس
عاشور کو پانی سے حرم ہونگے جو بے آس — تڑپائے گی شبیّر کے بچوں کو بہت پیاس
سقّہ وہ بہشتی جو سکینہ کا بنے گا
سب مشک بھی اور جسم بھی تیروں سے چھنے گا

کی عرض بڑا مرتبہ یحییٰ کو مِلا ہے — فرمایا حسین آپ کا اس سے بھی سوا ہے
بولے کہ عوض گریۂ یعقوب کا کیا ہے — فرمایا کہ یہ خاص پئے زینِ عبا ہے
یوسف کی طرح جائے گا وہ قیدِ ستم میں
چالیس برس روئے گا شبیر کے غم میں

رونے لگے یہ سُن کے جو سلطانِ رسالت　　بس چھیڑ دیا تذکرۂ بخششِ امّت
اے صلِّ علیٰ شہ کو ملا اِذنِ شفاعت　　اشکوں کے بہانے سے ہوئی بارشِ رحمت

مولا کو بڑی فکر تھی دن رات ہماری
لو باتوں ہی باتوں میں بنی بات ہماری

نازل ہوئے ناگاہ کئی کاسۂ رحمت　　محمود نے کی عرش پہ احمد کی ضیافت
کیوں دوستو اللہ کے گھر جس کی ہو دعوت　　افسوس ہے بھوکی رہے اُس شاہ کی عترت

شربت ہو سرِ عرش ضیافت میں نبی کی
پانی نہ ہو قسمت میں حسین ابنِ علی کی

واں عرش رکھے فرق پہ نعلینِ پیمبر　　یاں شمر کی بدعت کے لیے سینۂ دلبر
واں نور کے پانی سے دُھلے دستِ مُطہّر　　یاں ننھے سے بچے کو نہ قطرہ تھا میسّر

بے رحم کا تیر اور وہ نازک سا گلا تھا
مظلوم نے بچّے کا لہو مُنہ پہ ملا تھا

اللہ کے گھر جس کے پدر کی ہو یہ توقیر　　اس کے لب و لہجہ میں کرے دوست سے تقریر
کیا قہر ہے کیوں گر نہیں پڑتا فلکِ پیر　　افسوس، ہوئے بید کے قابل لبِ شبّیر

پردے میں یداللہ کو بلوایا خدا نے
بے پردہ ہوئے ان کے حرم بندھ گئے شانے

اعدا نے رہِ شام میں کیا کیا نہ ستایا　　کُنبے کو حرم روئے تو نیزوں سے ڈرایا
دربار میں تا دیر غم و رنج اٹھایا　　پھر چرخ نے زندانِ مصیبت میں پھنسایا

اس غم سے اماں دردرسیدوں نے نہ پائی
زندوں نے لحد پائی شہیدوں نے نہ پائی

وہ قید کے صدمے حرمِ عقدہ کشا کو　　بچوں کے تڑپنے کا وہ غم آلِ عبا کو
وہ حد کا الم بنتِ امامِ دوسرا کو　　بابا کو کبھی ڈھونڈھتی تھی گاہ چچا کو

زنداں ہی میں رو رو کے قضا کر گئی بچّی
عمّو کا الم اٹھ نہ سکا مر گئی بچّی

زنداں میں بہن عابدِ بیمار سے بچھڑی
اصغر کی طرح بانوے ناچار سے بچھڑی
ماں کہتی تھی ہے ہے میں دلافگار سے بچھڑی
لو بی بیو معصوم بھی نادار سے بچھڑی
اے لختِ دلِ کشتۂ شمشیر سکینہؑ
اٹھو تو منگا دوں سرِ شبیرؑ سکینہؑ

سب اشکوں سے مُنہ دھوتے ہیں صدقے گئی اٹھو
سامانِ عزا ہوتے ہیں صدقے گئی اٹھو
جان اپنی حرم کھوتے ہیں صدقے گئی اٹھو
سجادِ حزیں روتے ہیں صدقے گئی اٹھو
میں صدقے گئی بھائی کا دَم بھرتی تھیں تم تو
سجاد کے رونے سے کڑھا کرتی تھیں تم تو

یاد آتا ہے بی بی کے غم و رنج کا سہنا
کانوں سے کبھی خون کبھی اشکوں کا بہنا
شہ سے مرا سر کھُلنے کا احوال نہ کہنا
بی بی مرے اصغر کی خبر بھیجتی رہنا
امّاں کی جدائی کا نہ غم کھائیو بی بی
جی کھیل کے مانجائے سے بہلائیو بی بی

اس ننھی سی میّت کے میں قربان سکینہ
کُل چار برس کی مری مہمان سکینہ
کیونکر ہو ترے دفن کا سامان سکینہ
مِل جانا کفن کا نہیں آسان سکینہ
زنداں ہے رہنے کے لیے گھر بھی نہیں ہے
بی بی تمہیں معلوم ہے چادر بھی نہیں ہے

یہ غُل جو سنا حاکمِ اظلم نے قضارا
پوچھا کہ یہ کیا شور ہے تو کوئی پکارا
وہ لڑکی جو تھی قیدیوں کی آنکھوں کا تارا
آخر کو اُسے شمر کی بیداد نے مارا
رو رو کے زمانے سے سفر کر گئی بچّی
بابا کا جو سر چھین لیا مر گئی بچّی

یہ سن کے شقی نے کہا۔ عابد سے یہ کہہ آؤ
اب رونے سے کیا فائدہ ہے رانڈوں کو سمجھاؤ
سونے کا مرے وقت ہے اس درجہ نہ چلّاؤ
کُل تین پہر رات ہے رو لیجو ٹھہر جاؤ
فریاد بھی کر لیجیو اور رنج و محن بھی
میں دفن کا سامان بھی بھیجوں گا کفن بھی

یہ کہہ جو گئے آن کے ظالم کے سپاہی   دل تھام کے تڑپے حرم شیر الٰہی
ہیہات، یہ قید، اور یہ مصیبت، یہ تباہی   یہ بچّی کی موت اور یہ رونے کی مناہی
ایسا تو ستم خلق میں ہوتا نہیں لوگو
جس کا کوئی مرتا ہے وہ روتا نہیں لوگو

آخر سحرِ حشر نے مُنہ اپنا دکھایا   سجاد نے غسّالہ کو زنداں میں بلایا
وہ لاش کے پاس آئی تو رو کر یہ سنایا   ہے ہے مجھے قسمت نے یہ کیا رنگ دکھایا
دل رنج سے سینے میں ٹھہرتا نہیں لوگو
اِس بچّی کا کُرتہ تو اترتا نہیں لوگو

اے بی بیو کیا سنتی ہو آنسو نہ بہاؤ   اے لوگو تنِ زار سے کُرتہ تو چھڑاؤ
دوں غسل میں کیونکر کوئی تدبیر بتاؤ   کیا اس کو مرض تھا مجھے کچھ حال سناؤ
زینب نے کہا کیا کہیں دل غم سے تپاں ہیں
کوڑوں کے یہ سب زخم ہیں، دُرّوں کے نشاں ہیں

آخر کو یونہی غسل دیا رنج و محن میں   کُرتہ بھی شہادت کو گیا ساتھ کفن میں
رو کر کہا عابد نے کہ طاقت نہیں تن میں   یا شاہِ ہُدیٰ خاک پہ کیا سوتے ہو بن میں
ناچار ہوں میں داغِ حزینہ نہ اٹھے گا
بیمار سے تابوتِ سکینہ نہ اٹھے گا

اے قاسم مضطر مجھے دل سے نہ بھلاؤ   بھیّا مجھے تنہائی میں اتنا نہ رلاؤ
اکبر تمھیں ہمشیر کے دفنانے کو آؤ   عباس بھتیجی کے جنازے کو اٹھاؤ
بیکار مرے ہاتھ ہیں صدمے سے رسن کے
میں طوق سنبھالوں کہ جنازے کو بہن کے